قوتِ متخیلہ اور تمثال کاری کا باہمی رشتہ

غلام یاسین قمر

Ghulam Yasin Qamar

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Imagination is the key to creation. While talking about poetry, imagery comes forward as the main tool to present objects, actions, and ideas in such a unique way that it attracts the readers and becomes a source to explore the other worlds. Also, it is only the imagery which proves the strength and weaknesses of poetry. Imagination and imagery are interrelated, interlinked and interdependent. In this research article the components of imagination and imagery, their relation, role in creation and other significant features are discussed.

شاعری میں قوتِ متخیلہ، محاکات (امیجری)، علمِ بیان اور دیگر صنائع کے استعمال کی اہمیت سے کون واقف نہیں۔ اگرچہ وزن کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی اور اسے شعر کا ایک اضافی وصف خیال کیا جاتا ہے۔ شعر و سخن کی سلطنت پر تخیل کی کار فرمائی اور حکم رانی مسلّمہ ہے، کیوں کہ ذہن خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے اور اگر خیالات کا وجود نہ ہو تو کسی بھی زبان کا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے، یہاں تک کہ الفاظ کی تشکیل و ترتیب بھی ناممکن ہو جائے۔ قوتِ متخیلہ کسی بھی خیال یا نظریے کو پروان چڑھاتی ہے اور پھر زبان اس کے اظہار کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ محاکات، علمِ بیان اور دیگر صنائع، جن میں صنائع لفظی و معنوی شامل ہیں، شعر کو حسن عطا کرتے ہیں اور ان میں وہ تاثیر پیدا کرتے ہیں، جو قاری کو شعر کی طرف متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

سرِ دست ہمارا موضوع ''قوتِ متخیلہ اور تمثال کاری کا باہمی رشتہ'' ہے۔ دنیا کی کسی بھی زبان کے ادب کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں قوتِ متخیلہ کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔ جب کہ تمثال کاری کسی بھی عہد کی شاعری میں اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ کسی بھی زبان کے ادب میں سے تمثال کو نکال دیا جائے تو شاید وہ ادب، ادب کی بجائے کوئی اور شکل اختیار کر لے۔ قوتِ متخیلہ اور تمثال کاری کے باہمی تعلق کو واضح کرنے سے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے معنیٰ اور مفہوم بیان کر دیے جائیں۔ تخیل، جسے انگریزی زبان میں (Imagination) کہتے ہیں، کی تعریف کرتے ہوئے شبلی نعمانی کہتے ہیں:

> ''تخیل کی تعریف ہنری لوئیس نے یہ کی ہے۔ وہ قوت جس کا کام یہ ہے کہ ان اشیا کو جو مرئی نہیں ہیں۔ یا جو ہمارے حواس کی کمی کی وجہ سے ہم کو نظر نہیں آئیں۔ ہماری نظر کے سامنے کر دے۔ لیکن یہ تعریف پوری جامع اور مانع نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں کی

منطقی، جامع اور مانع تعریف ہو بھی نہیں سکتی۔‘‘(۱)

ان کے خیال میں ایک شاعر اور فلسفی کے تخیل میں فرق ہوتا ہے۔فلسفی کو اپنے خیال اور نظریے کے اثبات کے لیے دلائل اور ٹھوس شواہد کی ضرورت پڑتی ہے، جب کہ ایک شاعر کو دلائل و براہین کی ضرورت نہیں پڑتی۔

پروفیسر انور جمال کے خیال میں ’’تخیل‘‘ ایک ایسا ذہنی واردہ ہے، جو ظاہری حواس کی گرفت سے آزاد ہے۔خلاق ذہن میں صورت پذیر ہوتا ہے اور اپنے طور پر شکلوں کی تعریف کرتا ہے۔اپنے خیال کے ثبوت کے لیے انھوں نے مفکرین کی آرا پیش کی ہیں۔ذیل میں ایک رائے ملاحظہ کیجیے:

> ’’تخیل،نفسیات سے بھی پیشتر فنون کی سب سے زیادہ اہم اصطلاح ہے۔وہ ذہنی واردہ جو ظاہری حواس کی گرفت میں نہیں آتا،خلاق ذہن اسے متخیلہ کی مدد سے ’’صورت‘‘ میں دیکھتا ہے اور اپنے طور پر شکلوں کو عرف دیتا ہے۔یہ تخیل ہے۔‘‘(۲)

مزید لکھتے ہیں کہ کالرج نے تخیل کو اولیٰ اور ثانوی دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔تخیل اولیٰ ،فہمِ انسانی کی اساس اور شاعری و زبان کا سرچشمہ ہے۔قدیم فلاسفہ نے اس کے لیے ’’قبل از تعقل وجدان‘‘ کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ان کا خیال یہ بھی ہے کہ تخیل حتمی معنوں میں تعقل کی ضد نہیں بل کہ بجائے خود ایک خلقی تعقل ہے۔تخیل یاد کے عمل کی طرح صرف ماضی کے تجربات کی بازیافت نہیں کرتا،بل کہ تجربے کے عناصر میں تبدیلی پیدا کر کے اس میں ندرت پیدا کرتا ہے۔اس کی نوعیت اختراعی ہے۔

اب ایک طائرانہ نظر تمثال کاری پر بھی ڈال لی جائے تو مناسب ہے۔اسے انگریزی زبان میں (Imagery) کہا جاتا ہے۔اسے محاکات اور تصویر آرائی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔پیکر تراشی،سراپا نگاری،امیجری اور تمثال دراصل وہ تصاویر ہیں، جو شاعری کے مطالعے سے ذہن میں آتی ہیں۔شاعر کی محسوسات اور واردات جب اپنے اظہار کے لیے لفظی تصاویر کا روپ دھار لیتے ہیں تو کوئی سراپا، پیکر، تمثال، تصویر یا امیج وجود میں آتے ہیں۔

امیجری سے مراد وہ تصویر آفرینی ہے جو مخصوص اشیا کو لفظوں کی مدد سے چشمِ خیال کے سامنے یوں لے آتی ہے گویا عین مشاہدہ کیا جا رہا ہو۔مگر یہ تصویر کشی خارجی تحریک سے بالارادہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اظہار کی خاطر تخیل کے اندر سے کسی منصوبے یا ارادے کے بغیر ابھرتی ہے۔شاعری کے قماش میں مصوری اور موسیقی کو تانے بانے کی حیثیت حاصل ہے۔شاعری میں اگر تصویریت یعنی زائد توضیحی تصویریں نہ ہوں تو شاعری بے رنگ ہو جائے۔پروفیسر انور جمال اسے جمالیاتی تنقید کی علامت مانتے ہیں:

> ’’ادبی اصطلاح میں ’’امیجری‘‘ جمالیاتی تنقید کی علامت ہے۔شاعر یا ادیب الفاظ کے ذریعے سے وہ تصویریں پیش کرتا ہے جو تہ درتہ کیفیات کی شکل میں اس کے ذہنی تجربوں میں آتی ہیں اور خارجی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔تخیل یہاں دوطرفہ کام کرتا ہے یعنی لکھنے والے نے تخیل کی بنیاد پر اسے لکھا اور تخیل ہی کی مدد سے پڑھنے سننے والوں نے اسے سمجھا۔ٹی ایس ایلیٹ نے لکھا ہے کہ شاعری میں امیجری صرف مشاہدے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ معمولی سا اشارہ بھی بڑی زندہ، متحرک اور جاندار امیجری پیدا کر سکتا ہے۔‘‘(۳)

انیس ناگی کے خیال میں نئی تمثال کی تخلیق کا دارومدار شاعر کی اختراع اور مشاہدے پر ہے۔ وہ شاعری میں امیجری کے غیر معمولی ہونے اور اس میں تازگی کی بجائے تجربے کو مخصوص انداز میں نمایاں کرنے کے مقصد کو عظمت کا معیار تصور کرتے ہیں۔ وہ تمثال کو تخلیقی تجربے کو مماثلت کے ذریعے محاکاتی طریقے سے پیش کرنا خیال کرتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ شاعر الفاظ کے ذریعے اپنے تجربات اور جذبات کو متبادل یا مماثل اشیا میں مشخص کر کے امیج تخلیق کرتا ہے۔ ان کا مزید کہنا ہے:

> ''.......ایلیٹ کے نزدیک یہ اظہار کی ایک تکنیک ہے۔ ایذرا پاونڈ ڈا سے وسیع تر عمل گردانتا ہے اور اس کے نزدیک اس کی غایت ذہنی اور جذباتی کومپلیکس کو پیش کرنا ہے۔ شبلی اسے محاکات سے تعبیر کرتے ہیں۔ امیج کی تشریحوں کی گونا گونی کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق ادراک اور اظہار دونوں سے ہے۔ تخلیقی عمل میں جب شاعر تجریدی ادراک کی بجائے تصویروں اور مشابہتوں کے ذریعے اپنے تجربے کو گرفت میں لاتا ہے تو نتیجتاً امیج پیدا ہوتا ہے۔ بالفاظِ دیگر امیج محسوسات اور تجربات کا تصویری بیان ہے۔''(۴)

''تخیل'' اور ''تمثال کاری'' کے اس مختصر تعارف کے بعد ان کے باہمی تعلق کو سمجھنا قدرے آسان ہو جائے گا۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ، اساطیر، الفاظ کا تخلیقی استعمال، اصطلاحات و تراکیب، تلمیحات اور شاعرانہ تمثال کاری جیسے محاسن شعر کو نثر سے ممتاز کرتے ہیں، لیکن تمثال کاری شاعری میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ شاعر کا علم، مشاہدہ اور متخیلہ، الفاظ، تراکیب اور اوزان سے ہم آہنگ ہو کر احساساتی تجربے کو لفظی صورت میں پیش کرتا ہے۔ اس عمل کے دوران میں جذبات، احساسات اور کیفیات الفاظ کا روپ دھار کر ایک تخلیقی وحدت بن جاتی ہے۔ لفظی صورت گری کا یہ عمل متخیلہ کے ذریعے انجام پذیر ہوتا ہے:

> ''.......شاعر جب کسی ایسے تجربے سے دوچار ہو جو اس کے احساسات کو شدت سے متاثر کرے تو احساس کی یہ کیفیت، مشاہدے کی جزئیات کے ساتھ شعری صورت اختیار کرتی ہے۔ شاعر کا علم، مشاہدہ اور متخیلہ، الفاظ، تراکیب اور اوزان سے ہم آہنگ ہو کر اس احساساتی تجربے کو لفظی صورت گری میں پیش کرتا ہے۔
>
> تخلیق کے اس عمل میں جذبات، احساسات اور کیفیات لفظوں میں ڈھل کر ایک تخلیقی وحدت کا روپ دھارتی ہیں۔ لفظی صورت گری کا یہ عمل متخیلہ کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ یہ تخلیقی عمل، تمثال کاری یا ''MakingImage'' کہلاتا ہے۔''(۵)

تمثال یا امیج کے دیگر معانی اور مفاہیم سے قطع نظر ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے، جو انھوں نے ''قومی انگلش۔ اردو ڈکشنری'' میں امیج کے حوالے سے بیان کی ہے:

> ''Image، خیال؛ عکس؛ تصویر؛ شبیہ؛ تمثال، محاکات شعری پیکر؛ کسی شخص یا چیز کی نمائندگی، جو مجسمہ یا تصویر کی صورت میں ہو یا کسی اور طرح مرئی یا دکھانے کے قابل بنائی گئی ہو۔
>
> مورت؛ بت؛ جو کسی دوسری چیز کی مماثلت یا مشابہت رکھتا ہو؛ مجسمہ؛ پرتو؛ شباہت؛ وہ تصویر جو حافظہ یا تصور کی مدد سے بنائی گئی ہو؛ ذہنی تصویر جو کسی نظم یا کہانی میں بیانیہ الفاظ میں بنائی گئی ہو۔''(۶)

مندرجہ بالا تنقیدی آرا سے جزوی طور پر تخیل اور تمثال کاری کا تعلق نمایاں ہوتا ہے۔ جان مڈلٹن مرے کے خیال میں تمثال میں مشابہت صداقت پر مبنی ہونی چاہیے اور وہ مشابہت ایسی ہونی چاہیے، جس کا ادراک ہمیں پہلے کبھی نہ ہوا ہو اور اس کا ظہور الہامی انکشاف لگے:

''انسانی طبیعت کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ تمثال میں جو مشابہت ہو، وہ صداقت پر مبنی ہو اور ایسی مشابہت ہو جس کا ادراک ہمیں پہلے کبھی نہیں ہوا اور جس کا ظہور ہمیں ایک الہامی انکشاف معلوم ہو۔
وہ قوت جو شاعرانہ تمثالیں پیدا کرتی ہے اور پھر ان کا دوسروں تک ابلاغ کرتی ہے، تخیل ہے۔'' (۷)

جان پریس (PressJohn) مرئی اور علامتی تمثال میں فرق ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

''مرئی تمثال کسی چیز کی ایک واضح تصویر پیش کرتی ہے۔ اس کے برعکس علامتی تمثال سلسلہ بند خیالات کا ایک تانا بانا ذہن میں پیدا کرتی ہے۔'' (۸)

ڈبلیو۔ بی ییٹس (W.B.Yeats) تمثال کے منبع کے حوالے سے حافظہ علمیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بنی نوعِ انسان ایک مجموعی حافظہ رکھتا ہے، جس میں ازلی وابدی تمثالیں محفوظ رہتی ہیں۔ یہ تمثالیں وقتاً فوقتاً سطح پر ابھرتی ہیں اور ہمیں یہ توفیق بخشتی ہیں کہ ہم حقیقت کے قدیم الاصل چشمے سے اپنی روح کی پیاس بجھا سکیں:

''نوعِ انسانی کا ایک مجموعی حافظہ ہے، جس میں ازلی وابدی تمثالیں محفوظ رہتی ہیں۔ یہ تمثالیں وقتاً فوقتاً سطح پر ابھر آتی ہیں اور ہمیں یہ توفیق بخشتی ہیں کہ ہم حقیقت کے قدیم الاصل چشمے سے اپنی روح کی پیاس بجھا سکیں۔'' (۹)

حالیہ واقعہ یا تجربہ تمثال کا موضوع بنے، یہ ضروری نہیں، قدیم معلومات، جو ہماری دماغ میں محفوظ ہو جائیں، بھی اس کا موضوع بن سکتی ہیں۔ اس کے لیے مرکزی خیال اور مضمون کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

علمِ نفسیات میں امیج یا تمثال کی کارفرمائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ علمِ نفسیات میں امیج کے لیے شبیہ اور خیال کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ نفسیات کی رو سے تمثال کی حرکی، سمعی اور لفظی اقسام وضع کی جاتی ہیں۔ تمثال کی بصری قسم سب اقسام پر غالب ہے۔ کئی تمثالوں میں ایک سے زیادہ حواس کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ انسان کی آنکھ جو کائنات میں منظروں، صورتوں اور شباہتوں کو معلوم ومحسوس کرنے کی عادی ہے، ان کی چار سو اور جا بجا موجودگی اور کرشمہ سازی کو محسوس کرتی ہے اور خارج میں داخلی محسوسات کی تصویر کشی پر اصرار کرتی ہے۔

شاعری ہو یا نثر، ادیب اپنے الفاظ اور تخیل کے ساتھ قاری کو وہ روپ دکھا سکتا ہے، جو اس کے اپنے ذہن میں ہوتا ہے اور اردو غزل میں سراپا نگاری، پیکر تراشی کا رواج ہمیشہ سے ہی رہا ہے اور جہاں جمالیات، رومانویت، حسن وعشق، محبوب کے ناز وادا کا ذکر کثرت سے ہو وہاں سراپا نگاری کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں پر ''محاکات'' کے وہ معنی درج کرنے میں کوئی حرج نہیں، جو ''اردو لغت'' میں بیان ہوئے ہیں:

''بیان میں کسی واقعے، منظر یا امر کی تصویر کشی یا منظر کشی کرنا، شاعری میں واقعات کی صورت

گری، امیجری کہلاتی ہے۔'' (۱۰)

مولانا شبلی نعمانی نے ''محاکات'' کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

''محاکات کے معنی کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے۔ تصویر اور محاکات میں فرق یہ ہے کہ تصویریں اگر چہ مادی اشیاء کے علاوہ حالات یا جذبات کی بھی کھینچی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ درجے کے مصور، انسان کی ایسی تصویر کھینچ سکتے ہیں کہ چہرے سے جذباتِ انسانی مثلاً رنج، خوشی، تفکر، حیرت، استعجاب، پریشانی اور بیتابی ظاہر ہو۔'' (۱۱)

تشبیہ میں بھی تمثالیں پائی جاتی ہیں لیکن استعارہ کے حوالے سے ییٹس کا یہاں تک کہنا ہے کہ دانش کا آغاز ہی استعارہ سے ہوا ہے۔ ییٹس کا یہ بیان کہیں اس صداقت کو قبول کرنے کا اشارہ تو نہیں، جس کے مطابق قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

علّمه البیان یعنی اسے (انسان کو) علمِ بیان سکھایا۔ (سورۃ الرحمٰن)

تخیل ایک ایسی طاقت ہے، جو شعور اور لاشعور کی بھولی بسری تصاویر کو اجاگر کرنے میں مصنف کی معاونت کرتی ہے۔ تخیل کی مدد سے تراشی گئی تصاویر تخلیق کار کے ذہنِ رسا، قوی اور کثیر جہتی کی دلیل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر توقیر احمد خان کی رائے کو ایک نظر دیکھتے ہیں:

''تخیل وہ قوت ہے جو پیکروں کو وجود میں لاتی ہے۔ اس طرح تخیل، پیکر کی تخلیق کا آلہ کار ہے، ایک ایسی قوت اور مشین ہے، جس میں پیکر ڈھلتے ہیں، اس لیے دونوں لازم و ملزوم ہیں۔'' (۱۲)

الفاظ میں تصورات پوشیدہ ہوتے ہیں، ہر تصور اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے، جو ہمیں ذہنی طور پر مخصوص ماحول میں لے جاتا ہے۔ غزل گو شعرا خاص فضا کی سیر کرا دیتے ہیں۔ موسیٰ اور طور، شیریں اور فرہاد، لیلیٰ اور مجنوں، محمود و ایاز کی تلمیحات تلازمہ خیال کی بازآفرینی کے لیے زبردست محرکاتِ شعری بن جاتی ہیں۔ تمثال کی اقسام خواہ حواس کے حوالے سے ہوں یا فنی اعتبار سے، تمام تر قوتِ متخیلہ کی رہینِ منت ہوتی ہیں۔ تمثال کاری کی جگہ ناقدین پیکر تراشی، پیکر سازی، محاکات نگاری یا تصویر کاری کی تراکیب استعمال کرتے ہیں، مگر اردو تنقید میں تمثال کے علاوہ تمام الفاظ و تراکیب امیج کے خصوصی معنی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محاکات یا منظر کے ٹھہرے ہوئے بیان کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں۔

اُردو شعر و ادب کی ایک ویب گاہ ''اردو ویب'' کے ایک زمرے بعنوان اردو محفل میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ ایسی نثر یا نظم جس کے ذریعے مصنف یا شاعر قاری کے ذہن میں کسی منظر یا واقعے کی تصویر کھینچ کر رکھ دے، ادب کی اصطلاح میں امیجری کہلاتی ہے۔ کبھی کبھی جب ہم کوئی نظم یا شعر سن کر بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ واہ ! کیا سماں باندھا ہے شاعر نے! تو شعر یا نظم کی یہی خوبی امیجری کہلاتی ہے۔ اس بیان کی تائید کے لیے بشیر احمد بشیر کے خیالات درج کیے گئے ہیں:

''شاعری، تصورات کی تصویر کاری کا عمل ہے۔ شاعری کے ذریعے تصورات میں جب ارتعاش برپا ہوتا ہے تو ہمارے قلب و ذہن پر ایک واضح سی تصویر بن جاتی ہے۔ یہ ایک امیج

یا ذہنی پیکر ہے، معروضی حالات کی بنا پر یہ تصویر ساکن بھی ہو سکتی ہے متحرک بھی۔ لیکن جتنی یہ تصویر واضح، بھرپور اور متحرک ہوگی، اتنی ہی امیجری جاندار ہوگی۔'' (۱۳)

مندرجہ بالا بحث کے کے بعد یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تخیل اور تمثال کاری جس طرح ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، اسی طرح شاعری کے لیے بھی جزوِ لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعض ناقدین کی آرا کو مدنظر رکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تخیل اور تمثال کاری ایک ہی سکے کے دورخ ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شاعری میں کی گئی منظر نگاری بھی تمثال کاری سے الگ دوسری کوئی چیز نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ شبلی نعمانی، مولانا، شعر العجم، جلد چہارم، اعظم گڑھ: مطبوعہ معارف پریس، ۱۹۵۱ء، ص:۹

۲۔ انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، اشاعتِ دوم، فروری ۲۰۱۵ء، ص:۶۶

۳۔ ایضاً

۴۔ انیس ناگی، بہ حوالہ: ڈاکٹر ناہید قاسمی، ناصر کاظمی: شخصیت اور فن، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۴۷

5. pu.edu.pk/image/journal/uoc/PDF-FILES)/7-(91-4.pdf

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، مرتبہ: قومی انگلش۔اُردو ڈکشنری، اسلام آباد: نیشنل لینگویج اتھارٹی، ۱۹۹۴ء

۷۔ جان مڈلٹن مرے، بہ حوالہ: ڈاکٹر ناہید قاسمی، ناصر کاظمی: شخصیت اور فن، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۴۸

۸۔ ہادی حسین، مغربی شعریات، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۸ء، ص:۱۱۸

9. pu.edu.pk/image/journal/uoc/PDF-FILES)/7-(91-4.pdf

۱۰۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ہفتم، کراچی: اُردو ڈکشنری بورڈ، ۲۰۰۰ء

۱۱۔ شبلی نعمانی، مولانا، شعر العجم، جلد چہارم، ص:۸

۱۲۔ توقیر احمد خان، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، دہلی: لبرٹی آرٹ پریس، ۱۹۸۹ء، ص:۳۹

13. https://www.urduweb.org/mehfil/threads/1stj uly,2020 8:20PM

☆......☆......☆